



روایت

چوتھا چٹکلا

ایسواپریل ★ عبدالقیوم شاد

کرائے دار دے اور مال کا نہ مکان کے لیے

ایک شکستہ شخص کی کہانی

منوذر سے منیہ کے آگے آپ اس شخص سے کوئی ہمدردی کریں

تھے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مسٹر ڈنی کے والد بزرگوار سے ہمارے بہت اچھے تعلقات تھے لیکن ڈنی روز اول سے ہمارے لیے مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا۔ بد قسمتی سے اس کی محنت بہت عمدہ تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ خاصا بااخلاق اور حق بھی واقع ہوا تھا۔ میں نے اسے کبھی کسی کے ساتھ نرمی سے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ خصوصاً پرانے کرائے داروں سے وہ اس طرح بات کرتا تھا کہ یا کسی فقیر کو جھٹک رہا ہو۔ اگر کبھی اس سے مکان کی مرمت کے لیے کہا جاتا تو فی الفور اس کی تیوری چڑھ جاتی اور وہ عموماً عزتے ہوئے کچھ اس قسم کا جواب دیتا: "جناب! یہ کوئی خیراتی ادارہ نہیں ہے میں اپنی جیب سے پیسے خرچ کر کے مرمت نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کرایہ ہی کیا دیتے ہیں؟ اگر آپ کو مکان پسند نہیں ہے تو اسے خال کر دیجیے۔ پھر میں اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے چار گنا کرایہ وصول کر سکتا ہوں کیلئے آپ آج کل لوگ مکانوں کے لیے مائے مائے پھر رہے ہیں۔ اتنے شاندار مکان کا اتنا کم کرایہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ مالک مکان کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ وہ گلا کاٹنے کا عادیہ کثرت سے استعمال کرتا تھا۔

میں اور میری بیوی دونوں بہت نفاست پسند ہیں قسمت نے میں اولاد کی نعمت سے نہیں نوازا، اس لیے ہمارے فلیٹ میں آپ کو ہمیشہ صفائی نظر آئے گی اور سکون ملے گا۔ ہم نے مسٹر ڈنی سے کبھی غیر ضروری مرمت کے لیے نہیں کہا ہاں اس بات سے تو آپ بھی اتفاق کریں گے کہ مکان کی سلامتی کے لیے کم سے کم ضروری مرمت ہر صورت میں ہونی چاہیے۔ ہم نے کرایہ دینے

کرائے دار پر ایسا وقت فرما رہا ہے جب وہ اپنے مالک مکان کو اوپر پہنچانے کا فیصلہ کرے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے اس سلسلے میں اپنا ذہن پوری طرح آمادہ کر لیا تھا مگر کوئی آسان کام نہیں تھا۔

پیارا مالک مکان ایک خود غرض اور بے پرواہ شخص تھا۔ کرایہ وصول کرنے کے سوا اسے مکان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا نام ڈنی تھا، مسٹر ڈنی۔ معاملہ مالک مکان کا فرزند ارجمند تھا اور اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد وراثتی قانون کی رو سے خود بخود مالک مکان بن گیا تھا۔ اس شخص کو دیکھتے ہی آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ خدا نے اسے کسی جنگل میں پیدا کرنے کے بجائے غلطی سے شہر میں پیدا کر دیا ہے کیونکہ وہ بالکل ایک جنگل جیسے کے مانند تھا۔

مشکل یہ تھی کہ میں بوڑھا ہو چکا تھا اور میری بیوی ماریا بھی خاصی عمر تھی میری عمر کم و بیش ستر سال تھی مگر میری بیوی مجھ سے چھوٹی تھی لیکن اتنی چھوٹی بھی نہیں کہ اسے دیکھ کر موسم بہار کی یاد تازہ ہو سکتی۔ بہر حال میں اس کی صمیم عمر نہیں بنا سکتا اس بات پر ہمارے دو بیان کبھی اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ یہ بیشتر ایک تنازعہ اور براہ ذریعہ واقعے سے اس کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

ہم اگلے عمارت میں سب سے پرانے کرائے دار تھے ہم نے وہ فلیٹ ۱۹۳۲ میں کرائے پر لیا تھا اس میں پانچ کمرے تھے اس کا کرایہ پندرہ فی صد لاٹ اخلاذ کر کے شاہین ڈالرا مانڈا تھا جسے کرائے دار ہم سے بہت زیادہ کرایہ دیتے

میں کبھی تاخیر نہیں کی تھی اور عسرت کے دنوں میں بھی ہم نے کرایہ باقاعدگی سے دیا۔ اس زمانے میں ملک کے اقتصادی حالات خراب تھے۔ دوسرے کرائے داروں پر کئی کئی ہفتوں کا کرایہ واجب تھا بلکہ بیج تو یہ ہے کہ ان دنوں بیشتر فیلٹ خالی پڑے رہتے تھے۔ کوئی مفت میں بھی لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ ہمارے غسل خانے کی چھت میں دراڑ پڑ گئی۔ وہ روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ دروازہ دروازے کے بالکل سامنے تھی۔ میں نے اپنے پڑوسی مسٹر ہودی کو وہ دراڑ دکھائی تو انھوں نے خاصی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”عزتم! یہ تو بہت خطرناک ہے غسل خانہ استعمال کرتے ہیں احتیاط سے کلام لیجیے اور دوسرے کمروں کی چھتیں بھی ٹھوک بجا کر دیکھ لیجیے۔ میں آج ہی مسٹر ڈنی کو فن کر کے چھت کی مرمت کے لیے کہت ہوں۔“

کئی یاد دہانیں کے بعد ڈنی صاحب چھت کا معائنہ کرنے کے لیے تشریف لائے اور آتے ہی بولے: ”پتہ نہیں آپ لوگ چھت کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ ساری چھت کا بیڑا غرق کر دیا۔ دروازہ بند کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لیا کیجیے۔ میں کل کارگر کا پتہ کر دیتا ہوں۔“

دس دن گزر گئے لیکن کوئی کارگر نہیں آیا۔ چھت کا تنگاف پہلے سے بڑا ہو گیا۔ میں اور میری بیوی غسل خانہ استعمال کرتے ہوئے ڈنکے لگے۔ شکستہ چھت کسی بدروح کے مانند ہمارے اعصاب پر تسلط ہوتی جا رہی تھی۔ دن کے وقت ہم چھت کا چھونک کر چلتے تھے کہ کہیں قدموں کی دھمک سے چھت سجدہ ریز نہ ہو جائے۔ ایک رات ابھی ہم بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دیوار پر ٹنگی ہوئی تصویر نیچے گر پڑی۔ ہر چند گرنے کی آواز زیادہ نہیں تھی لیکن ہم یہ سمجھے کہ چھت گر پڑی ہے۔ ہم دونوں خوف زدہ ہو کے چنچے ہوئے باہر بھاگے۔

ہمارے پڑوسی مسٹر ہودی مسٹر ڈنی سے اپنے جیسے مراسم رکھتے تھے۔ اس لیے میں مسٹر ڈنی کو ہر پیغام انہی کی وساطت سے بھجواتا تھا۔ چھت کی کیفیت برابر خطرناک ہوتی جا رہی تھی اور میں برابر مسٹر ہودی کو یاد دہانی کرتا رہتا تھا اور وہ مسٹر ڈنی کو مرمت کی تلقین کرتے رہتے تھے اور مسٹر ڈنی مستقل مزاجی سے وعدے کرتے رہتے لیکن ظاہر ہے کہ وعدوں کے سہارے چھت نہیں ٹھیر سکتی۔ ایک دن چھت کی حالت بہت نازک مرحلے میں داخل ہو گئی۔ اسے کسی بھی لمحے گر جانا چاہیے تھا۔ میں حیران تھا کہ کون سی طاقت چھت کو گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ ہمارا اعصابی کھنچاؤ اور خوف عروج پر پہنچ گیا۔ آخر میں نے سوچا کہ کسی طرح خود ہی چھت کو روک دینی چاہیے تاکہ روز بروز کی ذمہ داری انھیں سے نجات ملے لیکن میری بیوی بہت کمزور دل کی عورت ہے۔ وہ مجھے اس بات کی اجازت دینے پر ہرگز آمادہ نہیں تھی۔ میں نے مسٹر ہودی کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ انھوں نے چھت کا معائنہ کرتے ہوئے کہا: ”بندہ پرور! آپ کو بہت زیادہ غماخ رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ پرانے دنوں کی بنی ہوئی چھت ہے اس لیے یقیناً بہت مٹی ہوگی۔ اس کے نیچے آکر آپ کا سر اٹنے کی طرح پچک جائے گا۔“

بادشاہ نے دیدہ ریزی سے محل کا معائنہ کیا۔ وہ ان کی توقعات سے بہتر اویسے عیب تھا۔ چنانچہ شخص نے اس کی تعریف کی اور کہا: ”بلاشبہ یہ محل فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ انظار میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔“

انھی لوگوں میں ایک مرد حق بھی تھا۔ جب سب لوگ اپنی دلتے دے چکے تو اس نے بلند آواز سے کہا: ”اس میں دو بڑے عیب ہیں۔“

بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا: ”وہ کون سے؟“

اس نے بتایا: ”پہلا عیب یہ ہے کہ یہ محل فانی ہے، ایک دن برباد ہو جائے گا اور دوسرا عیب یہ ہے کہ اس میں رہنے والا بھی ایک دن مر جائے گا۔“

بادشاہ نے ناگواری سے کہا: ”کوئی ایسی عمارت بھی ہے جو کبھی برباد نہ ہو اور جس کا مکیں کبھی نہ مرے۔“

مرد حق نے بے جھجک کہا: ”ہاں! وہ جنت ہے۔ پھر اس نے جنت اور جہنم کے متعلق ایسا وعظ کیا کہ بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی۔ اس نے اسی وقت حکومت کو خیر باد کہا اور دیرانوں میں مکمل کے یاد الہی میں مشغول ہو گیا۔“

”عزتم! ہم احتیاط تو بہت کرتے ہیں لیکن کیا کریں غسل خانہ استعمال کیے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ مسٹر ڈنی کارگر کب بھولے ہیں؟“

”پتہ نہیں۔ روز و صے کرتا ہے وہ۔“ ہودی نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ”ایک بات بتاؤں؟ لیکن خیال رہے یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہنی چاہیے۔ دھل مسٹر ڈنی مکان خالی کرنا چاہتا ہے تاکہ اسے کسی اور کرائے دار کو دے دے۔ یہ سب سمجھتا ہے کہ مکان میں جتنی کمزوریاں اور مشکلات پیدا ہوں گی آپ اتنی ہی جلدی اسے خالی کریں گے۔ بہر حال یہ بہت زیادتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اب تک مکان کی قیمت سے زیادہ کرایہ ادا کر چکے ہیں۔“

”ہاں جناب! قیمت سے کہیں زیادہ۔ ذرا غور فرمائیے ہم اس مکان میں پچاس سال سے رہ رہے ہیں۔ ایک روز میری بیوی حساب لگا رہی تھی کہ ہم اب تک تقریباً چوبیس ہزار ڈالر کرایہ ادا کر چکے ہیں حالانکہ مکان کی موجودہ قیمت مشکل سے پندرہ ہزار ڈالر ہوگی۔ اس کے باوجود مسٹر ڈنی مالک مکان بنا پھرتا ہے۔“

”اے صاحب! اس آئینہ قدیم کے پندرہ ہزار ڈالر بھی کون دے گا؟“

مسٹر ہودی نے کہا: ”یہ واقعی بہت زیادتی ہے۔ میں آج پھر ڈنی کو فن کر کے اچھی طرح تاکس کر دیتا ہوں۔“

دوسرے روز بھی راج نہیں آیا۔ تیسرے روز میری بیوی منجن کر رہی تھی کہ اچانک ترنر تلنے کی آواز سنائی دی ساتھ ہی تنگاف سے مٹی اور کسٹر نیچے گرے۔ میری بیوی اچھل کر غسل خانے سے باہر آ گئی۔ اس کا چہرہ بالکل سفید

ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسے دل کا دورہ پڑ گیا اور وہ بیچاری بستر سے لگ گئی۔ جسمانی اور ذہنی تکلیف کے علاوہ ایک موٹی رقم دواؤں پر خرچ کرنی پڑی۔ وہ جمعرات کا دن تھا۔ میں نے سوچا اگر کل تک راج نہ آیا تو بیچ میں دو مچھلیاں آجائیں گی پھر پیر سے پہلے چھت کی مرمت نہیں ہو سکے گی۔ ایسی خوف ناک چھت کے نیچے تین دن گزارنے کا مطلب خودکشی کے سوا کیا ہو سکتا تھا؟ آپ بخوبی ہماری مایوسی اور پریشانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں آخر تنگ اگر میں نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو فون کیا اور اسے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ فون وصول کرنے والا افسر نہایت ہمدرد اور فٹے دار شخص ثابت ہوا۔ اس نے تمام ضروری باتیں نوٹ کر لیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ فوری طور پر مسٹر ڈنی سے رابطہ قائم کر کے اس سے چھت کی مرمت کے لیے کہے گا۔

مجھے کا دن بھی گزر گیا لیکن کوئی شخص مرمت کرنے نہیں آیا۔ لہذا ایک بار پھر میں نے چھت گرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دن رات خوف و ہراس میں زندگی گزارنے سے بہتر تھا کہ چھت گرا دی جائے۔ اس کام کے لیے میں نے لوہے کی ایک موٹی سی سلاح لی۔ گروہ سلاح کافی لمبی تھی لیکن میں نے اس کے ساتھ جھاڑو کا بڑا باندھ کر اسے مزید طویل کر لینا مناسب سمجھا تا کہ چھت دوسرے کھڑے ہو کر گرائی جاسکے۔ میں اس وقت سخت غصے کی حالت میں تھا اور سوج رہا تھا کہ لوٹھے اور بے یار و مددگار لوگوں کے لیے اس دنیا میں کہیں انصاف نہیں ہے۔ عین اسی وقت اطلاعی کھنٹی سنائی دی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوچا۔ آخر چھت کی مرمت کے لیے کاربگر آ ہی گیا لیکن جب دوازہ کھولا تو سامنے مسٹر ڈنی کو کھڑے پایا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ ”سنو ڈھم! اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔“ اگر تم نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو ایک اور ٹیلیفون کر دیا تو میں تم دونوں میاں بیوی کو گندے انڈوں کی طرح لگی ہیں پھینک دوں گا کیا سمجھے؟ یہ میں خالی خولی دھمکی نہیں دے رہا ہوں میں بہت سخت آدمی ہوں جو کہتا ہوں کر گزرتا ہوں بھتیں وہاں فون کرنے کی جرات کس طرح ہوتی بڑھے بگے؟“

”لیکن جناب چھت کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟“

”کیا بچتے ہو۔ اس طرح چھتیں گرنے لگیں تو قیامت آجائے چھت کی مرمت کے لیے بھتیں پہلی تاریخ تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اس ہینے مرمت کی بالکل گنجائش نہیں ہے پچھلے ہفتے میری بیوی نے ایک قالین اور کچھ فرنیچر۔۔۔۔۔۔“

”لیکن جناب پہلی تاریخ میں تو ابھی پورے چودہ دن باقی ہیں میں نے التجا کے لیے کہا۔ میں تو انتظار کر سکتا ہوں لیکن چھت انتظار نہیں کرے گی اور اس وقت تک میری بیوی کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔“

”وہ تو ہو گا ہی ہونا ہی چاہیے چھت سے اس کا کیا تعلق؟“ اس نے جواب دیا۔ ”تم لوگ تو میرے دادا جان کے زمانے سے چلے آ رہے ہو اب اور

کتنا جو گے؟ بھتیں خوش ہونا چاہیے کہ میں نے بھتیں مکان سے بے دخل نہیں کیا اگر میں گیس کے چولہے اور دھاتیں بین نیا لگا دوں اور ٹھوڑی سفیدی وغیرہ کر دوں تو یہ مکان ایک سینکڑوں ڈگنے کر کے پراٹھ سکتا ہے کیا سمجھے؟“ اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔ ”اور بچڑی الگ ملے گی۔“

”ڈنی صاحب! میں نے نرم لہجے میں کہا اگر فی الوقت آپ کے مالی حالات سازگار نہیں ہیں تو میں اصرار نہیں کرتا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ چھت گرا دینا زیادہ بہتر ہو گا۔ براہ کرم آئیے ذرا ایک نظر چھت دیکھ لیجیے میں اس وقت چھت گرنے ہی کی تیاری کر رہا تھا۔“

”گویا وہاں لے جا کے تم میک کپڑے گندے کرنے پر تلے ہوئے ہو؟“ ”دیکھیے ڈنی صاحب! میں یہ کام بڑی خوشی سے کر سکتا ہوں لیکن بوڑھا آدمی ہوں اور تیزی سے نقل و حرکت نہیں کر سکتا اگر میں زخمی ہو گیا تو قانونی نقطہ نگاہ سے آپ ہر جانہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے اور آپ کی ساکھ الگ خراب ہوگی۔“

”لاؤ ڈنڈا مجھے دو۔“ اس نے میک ہاتھ سے ڈنڈا جھپٹتے ہوئے کہا۔ ”اس سلاح کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔“

وہ لمبے لمبے ڈنگ بھرتا ہوا غسل خانے کی طرف چلا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ لوہے کی سلاح اب بھی میک ہاتھ میں تھی۔ اس نے اپنا ہیٹ ایک طرف رکھ دیا اور دندنا تا ہوا بند لگس گیا پھر اس نے چھت ٹھوکنے کے لیے ڈنڈا بلند کیا۔ جیسے ہی اس کا ڈنڈا چھت سے ٹکرایا، میں نے بچوں پر کھڑے ہو کر لوہے کی سلاح پوری قوت سے اس کے سر پر مار دی۔ دار کرنے کے انداز سے مجھے اپنی جوانی کے وہ دن یاد آ گئے جب میں ٹینس کا چیمپیئن تھا۔ چوٹ کی آواز سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ موصوف کی کھوپڑی ٹوٹ گئی ہے۔ ساتھ ہی میں نے لوہے کی سلاح سے چھت کو بھی ٹھوکر لگا دی۔ چھت کی حالت اتنی نازک تھی کہ سلاح کی چوٹ پڑتے ہی وہ ایک زبردست شور کے ساتھ نیچے گر گئی۔ میں غیر معمولی تیز رفتاری سے اچھل کر باہر آ گیا مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔ بہر حال میک ہاتھ پر کنکر لگنے سے معمولی سا زخم آیا۔

مسٹر ڈنی کا سر مسٹر ہودی کے الفاظ میں انڈے کے مانند پچک گیا یہ کہنا مشکل تھا کہ موت میری چوٹ سے واقع ہوئی یا ملہ کرنے سے؟ بہر حال پولیس اور ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق مسٹر ڈنی کا سر چھت گرنے سے پھٹا تھا اور فوراً اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔

جو کچھ بھی ہوا مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ یہ خود حفاظتی اور ذاتی بقا کا مسئلہ تھا جسے دنیا کا ہر قانون تسلیم کرتا ہے۔ شاید کوئی صاحب اسے ایک کامیاب جرم قرار دیں لیکن میرا خیال ہے اسے جرم کہنا مناسب نہیں ہے۔